

نائن الیون اور مزاحمتی ناول

محمد کامران شہزاد۔ پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

ڈاکٹر محمد آصف اعوان۔ پروفیسر، صدر شعبہ اردو، ڈین فیکلٹی آف اورینٹل لینگویجز، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

ABSTRACT:

In historical junctures of Eastern and Western civilizations, the nine-eleven event has great influence on literature produced in both poles of human spheres. This paradigm shift compelled the fiction writers to produce resistance in the literal literature of Pakistan. Mustanser Hussain Tarar and Muhammad Ilyas utilized resistance in their literature. This paper deals the same zeal, passion and enthusiasm in literature produced in perspective of Nine-Eleven event.

Key Words: Nine-Eleven, Resistance, Novel, Eastern Pole, Literal Spheres

بیسویں صدی کے اختتامی عشروں میں سرد جنگ کے خاتمے کا اعلان ہوا تو دنیا میں یہ سمجھا گیا کہ سیاسی بنیادوں پر یہ آخری جنگ ہوگی لیکن بعد ازاں دنیا میں انقلاب کے کھوکھلے نعرے اور جنگیں ہوتی رہیں۔ نوے کی دہائی میں سموئیل پی ہنٹنگٹن اپنی مشہور کتاب *The Clash of Civilization* میں لکھتے ہیں کہ سرد جنگ کے بعد دنیا میں جنگ مذہب، فرقہ واریت، قومیت کی بنیاد پر ہوگی اقتباس ملاحظہ کیجئے:

Cold War world drives.... A third map of the post from what is often called the realist theory of international relations. According to this theory, states are the primary indeed, the relation among states is one of the anarchy, and hence to insure their survival attempt to maximize and security, state invariably their power. If one state sees another state increasing its power and there by becoming a pontential threat, it attempts to protect its own security by strengthening its power on or by allying it self with other states. The intrests and actions of the more or less 18th cold war world can be predicted states of the post. (1)

سموئیل کی بات سچ ثابت ہوئی اور اکیسویں صدی کا آغاز کرناک ثابت ہوا، جب نومبر 2001ء میں امریکہ کے دو بلند ترین عظیم ٹاوروں سے جہاز ٹکرائے اور پینٹاگون کی عمارت پر دہشت گردی کے واقعے نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ انسانی تاریخ کے دھارے بالکل نئی سمت کی طرف مڑ گئے۔ عالمی امور پر غیر مطالعہ رکھنے والے دانشوروں اور ادیبوں نے نائن الیون کے پس منظر میں عالمی سیاست کے حقائق کو بیان کیا۔ ڈاکٹر مجاہد کامران اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"عوامی ذہنوں کی طنائیں کھینچنا ہی اسی اشرافیہ کی حکمت عملی کا سب سے ضروری جزو ہے جس کی بنا پر وہ نئے "عالمی نظام" کا قیام عمل میں لانا چاہتے ہیں۔۔۔ ان کے لیے اپنے عزائم کو چھپانا اور اپنے کنٹرول کو خاموشی اور بے رحمی سے بڑھانا ممکن ہو سکے گا۔ اس طرح پیدا ہونے والے ورلڈ اور سبک دست انداز فکر و ذہنی رجحان کے ذریعے عوام کو قابو کرنے کی خاطر یہ یہ اشرافیہ فکری سائنسدانوں اور تحقیق کاروں کی سرپرستی اور انھیں رکن فراہم کرتا ہے۔ محض عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں یہ اشرافیہ کرہ ارض پر قبضہ جمانے اور یہاں حکومت کرنے کے لیے اپنی کارروائیاں سرانجام دیتا ہے ان اشرافیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ بنی نوع انسان کی بڑی اکثریت کو دھوکہ دینے میں کامیاب اور کامران رہے ہیں" (2)

نائن الیون کے سانحے کے فوراً بعد عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اس واقعہ کے مکمل تانے بانے افغانستان سے جوڑ دیئے گئے جو کبھی اپنے آپ کو سپر پاور منوانے کے لیے امریکہ کا منظور نظر رہا اور اسی طاقت کو ختم کرنے کے لیے پورے ملک کو میدان جنگ کے طور پر استعمال کیا اور روس اور اس کے حمایت یافتہ ممالک کو شکست دینے کے لیے مسلمان ممالک میں ذاتی مفاد کے لیے مقدس جنگ کا تصور پھیلا یا گیا۔ (3)

افغانستان میں اسامہ بن لادن جیسے لیڈر بھی اس جنگ میں کودنے کے لیے رضامند ہو گئے۔ پاکستان افغانستان، امریکا اور اس کے دیگر حلیف ممالک میں مذہبی بنیادوں پر مجاہدین کی تربیت دی گئی اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس کیا گیا لیکن سوویت یونین کا ٹوٹنا تھا کہ دنیا کی سپر پاور امریکہ کو اپنے ہی تربیت یافتہ جنگجو سے خطرے کی بو آنے لگی اور اسامہ بن لادن کو انسانیت کا سب سے بڑا دشمن گردانے لگا کیونکہ اب دنیا کا کنٹرول امریکہ کے ہاتھ میں تھا اور پوری دنیا میں اپنی مرتب کی ہوئی معاشی پالیسیوں کو لاگو کرنا چاہتا تھا۔ نائن الیون کے بعد سیاسی منظر نامے کو اوروندھتی رائے ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

"11 ستمبر 2001 کے بعد جس طرح کی سیاسی نعرہ بازی اور بیان بازی کا بازار گرم ہوا تو میرا خیال تھا کہ یہ محض اور خود پسندانہ نعرے بازی کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھ پر یہ حقیقت افشاں ہو گئی کہ دراصل یہ ایک بے بنیاد اور خطرناک جنگ کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے۔ آئے دن مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کا خیال ہے کہ افغانستان جنگ کی مخالفت کرنا، دہشتگردی یا طالبان کی حمایت کرنے کے مترادف ہے۔" (4)

نائن الیون کے بعد تاریخ میں ہیر و یا مجاہد کہلانے والوں کو دہشت گرد قرار دیا گیا اور افسوس اس بات پر کہ امریکہ کے مفاد میں روس کے خلاف افغانستان وار میں المجاہد تھے ان سے لیا جانے والا مقدس کام مکمل ہوا تو انہیں کو دہشتگرد کا لقب دیا گیا۔ اس حادثے کے بعد مشرق و مغرب میں مختلف پیشوں کے لکھاریوں نے سانحہ کے محرکات پر مضامین لکھے اور نائن الیون کے بعد عالمی دنیا کو ایسی جنگ کا محرک کہا، جو مذہبی، معاشی، تہذیبی بنیادوں پر لڑی جا رہی تھی جو بظاہر جنگ نہیں لیکن مشرق وسطیٰ میں ممالک کی جڑیں کھوکھلی کر دے گی۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف نائن الیون کی نامعلوم حدود و قیود کے متعلق لکھتی ہیں:

"ما بعد کی اس دنیا میں جو بلند و بالا عمارتوں کا گرنا، دراصل دو خلاؤں کی تشکیل ہے۔ ایسی تخریب جس کی بنیاد پر نئی تعمیر ہو سکتی ہے؟۔ واقعہ ایک عہد کی فسیل اور دوسرے عہد کا دروازہ ہے۔ یہ بات بٹش اور اوباما کی تقاریر سے لے کر سکول کے بچوں کے مباحثے تک کئی بار کہی اور سنی گئی ہے کہ گیارہ ستمبر کا دن عہد جدید کی تاریخ کا اہم ترین دن ہے جب پرانی جمعی جہانی زندگی کی بساط الٹ گئی اور مشرق و مغرب کے درمیان ایک نیارشتہ استوار ہوا۔ اس الٹی ہوئی بساط کو اس نے رشتے کے پیچ و خم کو، ہر ایک نے اپنے فکری، تاریخی اور واقعاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔" (5)

نائن الیون کے سانحے سے جہاں زندگی کے تمام شعبوں پر اثرات مرتب ہوئے وہاں عالمی اور اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کئی ناول، کہانیاں، ڈرامے قلمبند کیے گئے۔ محمد ساجد لکھتے ہیں:

"پاکستان وہ اسلامی ملک تھا جس نے سب سے پہلے طالبان حکومت کو تسلیم کیا۔ نائن الیون کے حملوں کے فوراً بعد جب میڈیا کی توپوں کا رخ اسامہ بن لادن کے خلاف ہوا جو اس وقت افغانستان میں موجود تھا تو پاکستان کو ڈپلومیٹک انداز سے دباؤ میں لانے کے حربے شروع ہو گئے۔" (6)

پاکستان چونکہ اس سے براہ راست متاثر ہوا اس لیے پاکستانی تخلیق کاروں نے بھی نائن الیون کے موضوع پر کھل کر لکھا اور سانحے کے بعد نہ ختم ہونے والا جبر و استحصال کو بیان کیا۔ فکشن نگاروں اور شعرا کے ہاں عالمی سیاست منظر نامہ، عالمی سازشیں، دہشتگردی، عدم تحفظ کی صورت حال، فوجی آپریشن، مشرف کی ناقص پالیسیوں

کے خلاف مزاحمتی رویے، نفرتیں، بے بنیاد جنگ، مذہب کی بنیاد پر فرقہ وارانہ واقعات وغیرہ موضوعات رہے۔ ان موضوعات کے حوالے سے ڈاکٹر نجیبہ عارف بیان کرتی ہیں:

"یہاں اس بات پر بحث کرنا مقصود نہیں کہ یہ رویہ کس حد تک جائز اور یکطرفہ ہے۔ یہاں صرف اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جب بھی ملک سیاست یا معاشرتی زندگی کے افق پر کوئی قابل ذکر واقعہ رونما ہوا، اُردو ادیبوں نے اپنی تخلیق کا موضوع ضرور بنایا ہے۔" (7)

نائن الیون کے بعد اُردو فکشن میں نگاہ ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ناول کی نسبت اُردو افسانہ نگاروں نے اس موضوع پر اور بعد از نائن الیون سیاسی، سماجی اور عصری صورت حال پر بھرپور لکھا۔ اس ضمن میں منشا یاد، خالدہ حسین، رشید امجد، نیلو فر اقبال، مبین مرزا، زاہدہ حنا، افتخار نسیم، محمد حمید شاہد، عطیہ سید فاروق ندیم اور علی حیدر ملک وغیرہ افسانہ نگار سرفہرست ہیں۔ لکھے جانے والے ناولوں میں براہ راست تو نائن الیون کو موضوع نہیں بنایا گیا لیکن اس کے بعد نائن الیون کے اثرات سیاسی صورت حال، دہشتگردی، فوجی آپریشن کو علامتی واستعاراتی اور سیدھے سادے بیانے میں بیان کیا ہے۔

اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ کا ناول "قلعہ جنگی" اور "خس و خاشاک زمانے" کو اولیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں محمد الیاس کے "برف" ناول میں بھی نائن الیون کے بعد مذہبی دہشتگردی کو بیان کیا گیا ہے۔ مزاحمتی رویوں پر تفصیلی جائزہ آگے لیا جائے گا ان ناولوں کے علاوہ محسنہ جیلانی کا ناولٹ "میں دہشت گرد ہوں" جس میں ایک پاکستانی خاندان جو ساٹھ کی دہائی میں بہتر مستقبل کے لیے برطانیہ میں مقیم ہو جاتا ہے نائن الیون کے سانحے کے بعد حالات سازگار نہیں رہتے تو ناول کے مرکزی کردار زرینہ کو آتے جاتے دہشتگرد کہا جاتا ہے جس کے سبب وہ ذہنی مرنقصہ بن جاتی ہیں اور ڈراؤنے خواب دیکھتی ہے۔

سانحہ نائن الیون کے پس منظر کے حوالے سے یونس جاوید کا ناول "سونت سنگھ کا کالادن" بھی اہم ہے جس میں اس سانحے کے بعد پاکستان میں غیر یقینی صورت بیان کی گئی ہے یعنی یونس جاوید کا ناول پاکستان کی سیاسی تاریخ اور عصری واقعات کے حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے۔ سرفراز کا ناول "پس آئینہ" کے پلاٹ میں بھی نائن الیون کے بعد پاکستان کی معیشت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایم اختر کا ناول ایک لوسٹوری اور ایک ایٹمی قیامت ہے "کے پلاٹ میں ایسٹ آباد کے کمپاؤنڈ میں اسامہ کی موجودگی سے ظاہر کیا گیا کہ پاکستان دہشت گردوں کی پشت پناہی کرتا ہے علاوہ ازیں ایسٹ آباد میں امریکی خفیہ آپریشن کا مکمل ذکر ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ناول "صفر سے ایک تک" جس کا موضوع سائنس

فکشن ہے۔ لیکن ناول کی کہانی میں سرسری طور پر نائن الیون کے بعد غیر ملکیوں کے اغوا کی طرف اشارہ موجود ہے۔ ناول میں ایک فرانسیسی صحافی لڑکی کو اغوا کر لیا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ اکیسویں صدی میں ناول میں جس موضوع پر بھی قلم چلا، بنیادی یا ثانوی نقطہ نائن الیون یا اس سے پیدا ہونے والی عصری صورتِ حال رہا۔ علاوہ ازیں امریکہ کی مشرقی وسطیٰ کے متعلق معاشی پالیسی، تیسری دنیا کے مسائل، عراق اور افغانستان پر حملہ، فرقہ پرستی، دہشت گردی، اغواء اور ٹارگٹ کلنگ بھی موضوع رہے۔ کہیں ناول نگاروں نے نائن الیون کے بعد کی صورتِ حال کے خلاف احتجاج یا مزاحمتی رویہ اپنایا۔ مذکورہ فصل میں مستنصر حسین تارڑ کے "قلعہ جنگی"، "خس و خاشاک زمانے" اور محمد الیاس کا "برف" ناول میں مزاحمتی رنگوں کی پرت کھولنے کے جتن کریں گئے۔

اکیسویں صدی میں شائع ہونے والے ناولوں میں سب سے زیادہ نمایاں ناول مستنصر حسین تارڑ کا ناول "قلعہ جنگی" (2002ء) ہے، جو نائن الیون کے بعد افغان جہاد کے پس منظر میں لکھا گیا۔ قلعہ جنگی کی کہانی قلعہ کے صحن میں انسانی لاشوں کا تعفن اور تہہ خانے کی سینٹینس سیر ہیوں اتر کر سات مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مجاہدین پر مشتمل ہے جہاں ان کرداروں کو مجبوراً پناہ لینی پڑی۔ جیتے جاگتے انسانی کرداروں کے علاوہ ایک گھوڑا بھی موجود ہے جو امریکہ بمباری میں زخمی ہوا ہے۔

قلعہ جنگی کے تہہ خانے میں موجود سات کردار مرتضیٰ بیگ، جی جی ابوطالب، اللہ بخش، عبد الوہاب، گل شیر ولی، ہاشم ہر جو مختلف ممالک کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبوں میں پلنے بڑھنے والے طالبان ہیں، جو تہہ خانے میں پہنچنے کے بعد ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ کہانی ان طالبان کے حوالے سے ہے جنہیں ذاتی مفاد کی خاطر جہاد کے لیے اکٹھا کیا گیا اور جب مقصد پورا ہو گیا تو مقصد پورا کرانے والے ٹشو پیپر سمجھتے ہوئے یہاں بھول گئے بعد ازاں القاعدہ افغانستان کے کئی علاقوں پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں 11/9 کا واقعہ رونما ہوتا ہے تو امریکہ نے ساراملبہ طالبان اور القاعدہ پر گرایا اور افغانستان پر حملہ کر دیا۔ ڈاکٹر فوزیہ چودھری، نائن الیون کے بعد مجاہدین کو دہشت گرد قرار دینے کی داستان کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

"جب افغانستان پر روس نے حملہ کیا تو ہزاروں عرب ادھر آنکے اور القاعدہ سے متاثر ہوئے۔۔۔ امریکہ اور یورپ کی آنکھوں کے تارے جن کی جھولیاں ڈالروں اور ہتھیاروں سے بھری جاتی تھیں۔ یہ وہی مجاہدین اور ہیر و تھے جو 9/11 کے بعد دہشت

گرد بن گئے۔ پہلے یہ جہاد تھا کہ روس مد مقابل تھا اور اب یہ دہشت گردی ہے کہ وہ اپنا دفاع کر رہے تھے۔" (8)

مستنصر حسین تارڑ کے ہاں امریکہ افغانستان جنگ کے دوران کرداروں کے ذریعے مزاحمتی رنگ کئی جگہ نظر آتا ہے۔ امریکہ افغانستان کی جنگ میں جنگی قیدیوں کے پکڑے جانے اور پھر ان میں سے چند قیدیوں کی آخری کوشش کے طور پر جان بچانے کے لیے مزاحمت کرنے اور گرفتار کرنے والوں میں سے چند کو مارنے اور جواب میں امریکی بمباریوں کی طیاروں کی بمباری سے تمام قیدیوں کے پر نچے اڑنے کے مناظر کو مستنصر نے بیان کیا ہے:

"وہ ہر اسماں ہو گئے کہ اب انہیں اجتماعی طور پر قتل کیا جانے لگا ہے کہ روایت یہی تھی اور جن کے ہاتھ ابھی بندھے ہوئے نہیں تھے، انہوں نے بغاوت کر دی۔ شایلوں کو اس کی توقع نہیں تھی وہ تو انہیں فتنہ پروری سے روکنے کے لیے باندھ رہے تھے۔۔۔۔۔ اُن کے قتل کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا تھا لیکن وہ حواس کھو بیٹھے اور جن کی تلاشی مکمل نہیں ہوئی تھی وہ اپنے ہتھیار نکال کر فائر کرنے لگے۔۔۔۔۔ دو ستم کا پولیس چیف اُن کا نشانہ بن گیا۔۔۔۔۔ ایک امریکی سی آئی اے کے ایجنٹ کے پر نچے اڑ گئے اور پھر ان پر بی۔52 کا عتاب نازل ہو گیا قلعے کی دیواروں میں نصب مشین گنوں نے جو کچھ ان کے بس میں تھا، سب کا سب اُگل دیا۔۔۔ ڈیزلی کٹر اور بکتر بسٹر آسمان سے نازل ہونے لگے اور کچے صحن میں مٹی کے آتش فشاں اُبل کر انہیں زندہ دفن کرتے گئے۔۔۔۔۔ یہ قیامت تو نہیں تھی پر قیامت سے کم نہ تھی۔۔۔۔۔ بلکہ زیادہ تھی۔۔۔۔۔ وہ رزق خاک تھے سو خاک ہوئے۔۔۔۔۔ یہ کھیل تماشہ صرف چند لمحوں کا تھا اور پھر ختم ہو گیا۔" (9)

مستنصر نے افغان جہاد میں آرمی کے اہم کرداروں کا بھی ذکر کرتے ہوئے آرمی میں موجود کالی بھیڑوں کے مکروہ چہروں سے پردہ اٹھایا ہے۔ جنہوں نے افغان جہاد سے مکمل فائدہ اٹھایا ہے۔ افغانستان میں روس کی درندگی کے بعد روسی فوج کی طرف سے ظلم و ستم اور بربریت کی مثالیں قائم کی گئیں۔ پاکستان کی اس جنگ میں امریکی مہرے کا کردار ادا کرنے کے بعد روسی طیاروں کی افغانی عوام اور املاک کی تباہی کا نوحہ ناول نگار نے درد مندی کے ساتھ پڑھا ہے اس کے علاوہ پاکستان آرمی کے چترال اور کرگل رینک کے لوگوں کے دولت کی بہتی کنگا میں ہاتھ دھونے کی کاروائی کو بھی مستنصر نے بیان کیا ہے:

انہیں آسمانوں سے ہٹانے کے لیے ایس۔ اے۔ سیون میزائل استعمال ہوتے تھے جو مکمل طور پر موثر نہ تھے۔ اُن کی ہٹ ریشو تیس فیصد سے بھی کم تھی اور روسی اس نقصان کو فوری طور پر پورا کر کے آسمانوں پر اپنی برتری قائم رکھنے میں کامیاب رہتے تھے۔۔ امریکہ نے بہت دیر صبر کیا لیکن جب "ایول ایمپائر" قوت ایمانی اور ڈالروں کے سامنے ڈٹی رہی تو پھر مجبوراً ایک ایسے ہتھیار کو اسلحہ خانے سے نکالنا پڑا جسے امریکیوں نے صرف تیسری جنگ عظیم کے لیے سنبھال رکھا تھا اور خفیہ رکھا تھا" (10)

ناول میں موجود کرداروں کے ذریعے مستنصر نے مزاحمت کا یہ رخ بھی دکھایا ہے کہ جن مجاہدین کو ضیاء دور میں امریکہ اور روس کی جنگ میں ہیر و قرار دیا گیا اور پوری دنیا کے مسلمان ملکوں کے نوجوانوں کو مقدس جہاد کے لیے ابھارا جاتا تھا۔ ان کو باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی تھی وہی ہیر و نائن الیون کے بعد دہشت گرد قرار دیے جانے لگے۔ قلعہ کے تہ خانے میں موجود قیدیوں کی زبانی ان کا طالبان کے ساتھ دینے اور موجودہ صورتِ حال میں اپنا دفاع کرنے کی تصویر کشی کر بنناک کیفیت میں بیان کی ہے:

"سہم وہی مجاہدین اور ہیر و تھے جو 11 ستمبر کے بعد دہشت گرد اور بدترین مجرم بن گئے۔۔۔ پہلے یہ جہاد تھا کیونکہ روس مقابل میں تھا اور اب یہ قابل گردن زدنی ہے کیونکہ ہم اپنا دفاع کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ شمال والے ہمیں کبھی نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نے طالبان کا ساتھ دیا ہے۔ شاید یہی ہماری غلطی تھی۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے تھا لیکن ہمارے لیے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی۔۔۔ بادشاہت میں ہم قدم نہیں رکھ سکتے تھے کہ اس

قدم کو۔۔۔ پہلے قدم کو کاٹ دیا جاتا اور ہمارا بقیہ دھڑ بعد میں گرتا۔۔۔ ہم کدھر جاتے

۔۔۔ طالبان کو سپورٹ کرنا ہماری مجبوری تھی (12)

مستنصر نے قلعہ جنگی میں روسی ٹینکوں کا افغانستان میں بچوں، عورتوں اور بوڑھے جو کہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے، کو ملیا میٹ کرنے کی روداد جہاں دردناک انداز میں بیان کی ہے وہاں مسلمان کے احسان مند ہونے اور احسان کا بدلہ احسان سے چکانے کی خوں چکاں داستان کو بھی درد مندی سے بھی بیان کیا ہے:

"جب اُس روسی ٹینک بلے کے ڈھیر میں بدل رہے تھے اور اس ڈھیر میں ہزاروں بچے بوڑھے اور عورتیں دفن ہو رہے تھے تو ابوطالب کے شانوں کے ساتھ شانہ ملائے کچھ مکمل اجنبی بھی تھے جو دور دیسوں سے آئے تھے۔ ان میں عربی، پاکستانی، سوڈانی اور افغانی بھی تھے۔۔۔ افغانی تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ اور ان میں سے بہت سے گروزی کے بلے میں بے نام دفن ہوئے۔ ابوطالب۔۔۔ اگر قندوز میں تھا۔۔۔ اور اب اس تہہ خانے میں تھا تو اس احسان کا بدلہ چکانے کے لیے تھا۔۔۔ اگر یہ وہاں تھے تو اسے بھی یہاں ہونا چاہئے تھا۔۔۔ انہوں نے اس کا

ساتھ دیا تھا۔ (13)

قلعہ جنگی کے تہہ خانے میں موجود طالبان اپنی زندگی کو حالات کے تابع کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہے کہ ہم قریب موت ہیں لیکن ضمیر مطمئن ہے تو حالات کتنے ہی دشوار ہوں وہ طالبان تہہ خانے میں ہنسی خوشی رہے لیکن ان لفظوں کا غائر مطالعہ کیا جائے تو مستنصر کے نزدیک طالبان کا یہ انداز مزاحمتی ہے کہ وہ موت کو قریب اور بھوک اور پیاس سے نڈھال حالت میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کہہ رہے تھے (14)

مستنصر نے مولوی اللہ بخش کی مزاحمت کو منفرد انداز میں بیان کرتے ہیں کہ مولوی جو کمین قوم ہوتے ہیں، چوہدری کے سامنے زبان تک نہیں کھولتے لیکن داڑھیاں رکھنے کے بعد طالبان کی صورت میں سامنے آتے ہیں تو کوئی بھی چوں تک نہیں کرتا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"ادھر ہمارے پاس جتنے بھی ذرا سخت طبیعت والے مولوی اور مدرسوں کے طالب علم ہیں اُن میں بڑی تعداد میرے جیسے کمی کمینوں کی ہے۔۔۔ پوچھو کیوں؟۔۔۔ ایک تو یہ ادھر روٹی پانی کا بندوبست ہو جاتا ہے۔۔۔ سب لوگ برابر ہوتے ہیں کیونکہ میرے سوہنے رسول ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ رنگ نسل اور قبیلہ برادری کچھ نہیں سب برابر ہیں۔ دوسرا یہ کہ کمی کمین

جب داڑھیاں رکھ کر مولوی ہو جاتے ہیں اور ہاتھ میں کلاشنکوف پکڑ لیتے تھے تو اُن کے سامنے کوئی چُوں نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تو اللہ کے سپاہی ہوتے تھے۔ ذرا سوچو قیاس کرو کہ ایک کمی جو چوہدری کے آگے کُک نہیں سکتا تھا۔۔۔ جب مولوی ہو جاتا تھا تو چوہدری کیا کوئی بھی اُس کے آگے کُک نہیں سکتا تھا۔۔۔ سمجھ لو کہ ایسے وہ بدلہ لیتے تھے اُن سے جو انہیں کمتر جانتے تھے۔" (15)

نائن الیون کے پس منظر میں مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا ناول "خس و خاشاک زمانے" (2010ء) ہے، جس کا بنیادی موضوع زوال انسان ہے لیکن ناول کے آخری حصے میں نائن الیون کے واقعے کے بعد مشرق وسطیٰ کی سیاسی و سماجی صورت حال کو جہاں بیان کیا گیا ہے وہاں امریکی پالیسیاں جو کہ ذاتی مفاد کے لیے پاکستان جیسے ملک کو ڈالر دے کر ان طالبان کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا، اس حوالے سے مستنصر کا مشاہدہ عمیق ہے وہ بات اختصار کے ساتھ کرتے ہیں لیکن جامع ہوتی ہے، انہوں نے نائن الیون کے خود ساختہ امریکی المیے کے بعد افغان وار میں طالبان کے ہسپتال میں محصور ہوتے ہوئے بھی امریکی اتحادی فوج کے خلاف بھرپور مزاحمت کرنے اور ہتھیار ڈالنے کی روداد کو انھوں نے عمدگی سے بیان کیا ہے۔ (16)

نائن الیون کے سانحے کے تین سال بعد امریکی نیشنل کمیشن کی رپورٹ کے مطابق 19 دہشت گردوں کا تعلق سعودی عرب، عرب امارات اور لبنان سے تھا اور اس گروہ کا سرغنہ محمد عطا مصری تھا۔ اس کے باوجود مغرب میں نائن الیون کے بعد مسلمانوں کو تضحیک کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ ڈنمارک میں نبی کریم ﷺ کے خاکے بنائے گئے تو امت مسلمہ میں اس کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ لوگ سڑکوں پر نکلے۔ مختلف ممالک نے ڈنمارک کے سفیر کو بلا کر احتجاجی مراسلہ ان کے ہاتھ میں تھمایا۔ پاکستان میں بھی مولویوں نے احتجاج کی کال دی اور ان کا مقتدر طبقہ خاکے بنانے والوں کے خلاف سڑکوں پر نکل آیا اور اپنے ہی ملک کی عوام کی املاک کو تباہ کر کے بدلہ لیا۔ درج ذیل اقتباس میں لاہور کی سڑکوں کا منظر پیش کیا جہاں احتجاج کرنے والوں نے سڑک کے دورویہ املاک کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی:

"شہر کے بام و در اور شاہراہوں میں سے نامانوس سادھواں اٹھتا تھا، لوگ ماتم کناں تھے، گڑھی شاہو مال روڈ، داتا گنج بخش، میکوڈ روڈ، ایجرٹن روڈ اور چیئرنگ کراس اس دھویں کے بلبلے میں دن کی روشنی میں بھی تاریک ہوتے تھے۔ جن کے دل دکھے ہوئے تھے، وہ ٹریفک لائٹس، شور و مز، سائن بورڈ پر یلغار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مال روڈ پر سایہ فگن پیپل کے گھنے اشجار کے تنوں پر پٹرول چھڑک کر انہیں بھی جلاڈالنے کی کوشش میں مصروف تھے، یہ سب دنیا

کے کھیل، تماشے تھے۔ لہو لعب تھے انہیں راکھ کر دینے سے اگر بخشش کا یقینی بندوبست ہو سکتا تھا تو یہ گھائے کا سودا نہ تھا۔" (17)

محمد الیاس کا دوسرا ناول "برف" (2010ء) میں منظر عام پر آیا۔ ناول اسی کی دہائی سے لے کر نائن الیون کے سانحے کے چند سال بعد تک پھیلا ہوا ہے۔ ناول کثیرالموضوعات ہے۔ مزاحمتی رنگ ناول کا اہم موضوع ہے تاہم مرکزی موضوع شیخ نور الاسلام کی معصوم بیٹی فخر النساء اور ظفر کے عشق کی داستان ہے علاوہ ازیں ناول میں مارشل لا، افغان وار، کشمیر وار اور رشتوں کی شکست و ریخت کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

ناول کے اختتامی حصے میں نائن الیون کے بعد ہونے والی دہشت گردی افغانستان وار اور اس کی سیاسی اور معاشی بد حالی کا ذکر ملتا ہے، وہاں ہی اس سانحے کے خلاف مزاحمتی انداز بھی نمایاں ہے۔ امریکہ نے افغانستان وار کے لیے جو مجاہد تیار کیے تھے، نائن الیون کے سانحے کے بعد وہی دہشت گرد کی صورت میں سامنے آئے ناول کے مرکزی کردار ظفر جو کشمیر وار میں مجاہد بنا لیکن ہماری ایجنسیوں کی تفتیش کے دائرہ کار میں ظفر بھی آیا علاوہ ازیں اکبر مجاہد جو کہ امریکہ میں مقیم تھا، اس سانحے کے بعد جبری وطن واپس بھیج دیا گیا تو واپسی پر عالمی استعماری قوتوں کے خلاف مزاحمتی انداز اور ظفر کے بطور دہشت گرد پکڑے جانے کی کتھا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"محمد اکبر مجاہد نے امریکہ سے جبری وطن واپسی پر عالمی سامراج اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف نئے سرے سے جدوجہد" کا آغاز کر دیا ایجنسیوں نے تفتیش کا وسیع جال پھیلا رکھا تھا جس کی زد میں ظفر بھی آیا لیکن اس کے بارے میں رپورٹ دی گئی کہ جہاد کشمیر میں حصہ ضرور لیتا تاہم گزشتہ عشرے سے اس کا کسی بھی جہادی یا مذہبی تنظیم سے کوئی رابطہ نہیں رہا محمد اکبر مجاہد نے اپنا مستقر جنوبی وزیرستان بنالیا اور ملک بھر میں خفیہ دورے کر کے ہم خیال لوگوں کو عالمی استعماری قوتوں کے خلاف جدوجہد کرنے کے لیے منظم کرنے کا فرض ادا کرتا رہا۔" (18)

شیخ نور الاسلام جو کپڑے کی تجارت کرتا ہے جس نے اس کو مالامال کر دیا، نائن الیون کے سانحے کے بعد نام نہاد مولوی کا مجاہدین تنظیم کو مالی امداد دینے پر فوجی ایجنسیوں نے اٹھالیا، جب اس کو رہائی ملی تو اس کا مجاہدین کے حق میں اور فوجی کاروائی کے خلاف مزاحمتی انداز اس اقتباس میں ملاحظہ کیجئے:

"خدا کی خوار بڑا ظالم ہے۔ مسلمانوں کے ملک میں کافر کا حکومت بن گیا حاجی صیب بنے بہت بول دیا کہ اسلام کی خدمت کے واسطے روپیہ پیسہ دیا اور مجاہد لوگوں کا خدمت کر دیا جو بھی کیا اللہ کے حکم پر کر دیا۔ کافر کا بچہ اللہ کو مانتا ہے نہ رسول کو مانتا ہے، بس فوج کو مانتا ہے۔ ہمارا اچھی طرح تسلی کر لیا کہ ہم فوجی ہے تو چھوڑ دیا۔ حاجی صیب کو نہیں چھوڑے گا۔ کدھر سے پتہ چلے گا کہ وہ اس وقت کدھر ہے۔ حاجی صیب بچے کے موافق نازک ہے، وہاں کتنا زندہ رہ جائے گا۔" (19)

ناول نگار نے ماضی کے مجاہد اور حال کے دہشت گرد کی کتھا بھی دلدوزی سے بیان کی ہے کہ آج کا مسلمان بھی منافق ہو گا کہ جو دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ غیروں کی اولادوں کو خوش کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور نابالغ لڑکوں کی برین واشنگ کر کے بمبار دہشت گرد بنا کر فرقہ وارانہ تنظیموں کو فروخت کرتے ہیں (20) شیخ نور الاسلام جو پہلے دہشت گرد تنظیموں کی مالی معاونت بھی کرتے تھے اور ان کی کارروائیوں کو جہاد گردانتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک ریاستی ادارے اور پولیس حرام خور ہوتے ہیں لیکن ان کی نظروں کے سامنے جب پولیس اہلکاروں اور افسر نے خود کش بم دھماکے میں جام شہادت نوش کیا تو مولوی صاحب کی نفرت دلی ہمدردی میں تبدیل ہو گئی اور ان دہشت گرد تنظیموں کے خلاف مزاحمتی انداز اپنایا کہ جو ہماری دفاعی لائن کو کمزور کرنا چاہتے ہیں:

"اس سے قبل بہت سے پولیس اہلکار اور افسر بھی خود کش حملہ آوروں کا شکار ہوئے۔ پولیس کے محکمے سے شیخ صاحب کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ لیکن یوں فرائض منصبی کی ادائیگی میں جان دینے والوں سے شیخ صاحب کو دلی ہمدردی ہونے لگی۔ پولیس والوں نے پے درپے قربانیاں دیں تو شیخ صاحب کے دل سے اس ادارے کے بارے میں تعصب تحلیل ہوتا گیا۔ وہ حیران ہوتے کہ کس طرح سڑک پر ان کی لاشیں بکھری پڑی تڑپتی دکھائی دیتی ہیں لیکن اگلے ہی لمحے وہ پھر اس مقام پر ڈیوٹی دیتے نظر آتے ہیں۔ ان کا دل فرط جذبات سے بھر آیا کہ جس ادارے کو وہ ہمیشہ سے حرام خور سمجھتے رہے، ملک و قوم پر مشکل کی گھڑی آئی تو پہلا دفاعی حصار اسی محکمے نے قائم کیا ہے۔ ایک صف ٹوٹ کر گری تو دوسری کھڑی ہو گئی اور جن لوگوں کو عطیات کی صورت میں بھاری رقوم دیتے رہے وہ ملک کے پہلی چھوڑ دوسری اور تیسری دفاعی لائن بھی نیست و نابود کرنے پر تل گئے ہیں۔" (21)

مجموعی حوالے سے دیکھا جائے تو نائن الیون کے بعد مشرق وسطیٰ کی بدلتی صورت حال اور دہشت گردی کی تباہ کاریوں کے موضوع پر براہ راست خال خال ناول لکھے گئے ہیں۔ مستنصر حسین تارڑ، محمد الیاس، الطہر بیگ، آغا گل کے علاوہ کسی بڑے ناول نگار نے اس موضوع کو باقاعدہ نہیں چھیڑا۔ اس کے علاوہ سانچے کے نتیجے میں ہونے والی معاشی، سماجی تبدیلیوں پر ناول لکھے گئے جس میں امریکی پالیسیوں کی ناکامیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے حکمرانوں کی ڈالر کے لالچ میں اپنی سر زمین کے باشندوں کو دہشت گرد تنظیموں کا سرغنہ سمجھ کر ان کے حوالے کرنے کو بھی دو موضوع بنادیا گیا۔ راقم کے نزدیک نائن الیون کے واقعہ نے جو پرسکون انسانی زندگی میں انتشار پیدا کیا، اس کے اثرات آنے والی نسلوں پر مرتب ہوں گے۔

حوالہ جات

1. Samuel P. Huntington, The Clash of Civilization, Penguin books, New York, 1996, p:33
- 2- مجاہد کامران، پروفیسر، ڈاکٹر، 9/11 The new word order، سانحہ ستمبر اور نیا عالمی نظام، مترجم: ظفر المحسن پیرزادہ، لاہور: یونیورسٹی آف دی پنجاب، 2014ء، ص: 04
- 3- طاہرہ اقبال، ڈاکٹر، پاکستانی اردو افسانہ، سیاسی و تاریخی تناظر میں، لاہور: فکشن ہاؤس، 2015ء، ص: 623
- 4- اردن دھتی، سرمایہ داریت، ریاستی جبر اور مزاحمت، مترجم امجد نذیر، ملتان: سو جھلا برائے سماجی تبدیلی، 2012ء، ص: 05
- 5- نجیبہ عارف، ڈاکٹر، 11/9 اور پاکستانی اردو افسانہ، اسلام آباد: پورب اکادمی، 2001ء، ص: 11، 12
- 6- محمد ساجد، نائن الیون حقیقت سے اردو افسانے تک، لاہور: ادارہ نوید سحر، 2015ء، ص: 41
- 7- نجیبہ عارف، 11/9 اور پاکستانی اردو افسانہ، ص: 21، 22
- 7- فوزیہ چودھری، ڈاکٹر، 11/9 کے اردو ناول پر اثرات، مشمولہ پاکستانی زبان و ادب پر 11/9 کے اثرات، پشاور: جامعہ پشاور، اگست 2010ء، ص: 97
- 9- مستنصر حسین تارڑ، قلعہ جنگی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء، ص: 45، 46
- 10- ایضاً، ص: 57
- 11- ایضاً، ص: 71، 72
- 12- ایضاً، ص: 154
- 13- ایضاً، ص: 76
- 14- ایضاً، ص: 90
- 15- ایضاً، ص: 103
- 16- مستنصر حسین تارڑ "خس و خاشاک زمانے" ص: 115
- 17- ایضاً، ص: 640
- 18- محمد الیاس، برف، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2010ء، ص: 429
- 19- ایضاً، ص: 439
- 20- ایضاً، ص: 445
- 21- ایضاً، ص: 494